Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "عُرف بطور ماخذِ شریعت"

Urf as a Source of Sharia: A Special Study of the Prophetic Era

(A Critical Analysis of the Thoughts of Renowned Orientalist Wael Hallaq)

عرف بحیثیت مصدرِ شرع: عہدِ نبوی ﷺ کا خصوصی مطالعہ

(معروف مستشرق وائل حلاق کے افکار کا تنقیدی جائزہ)

Authors Details

1. **Dr. Abdul Basit**
   Instructor, Department of Islamic Studies, Virtual University of Pakistan/CEO Muslim Research Scholars Organization (MRSO), Pakistan.
2. **Dr. Syed Mujahid Hussain** (Corresponding Author)
   Director Jamia Khurshid ulu Islam, Ehsan Purr / Visiting Faculty member University of Layyah. **mujahidgcu2@gmail.com**

Citation

Dr. Abdul Basut, & Dr. Syed Mjeed Hussain. " ʿUrf in Islamic Jurisprudence: A Comparative Analysis of Its Lexical Definitions and Practical Dimensions Across Schools of Thought" *Al-Marjān Research Journal*, 3, no.1, Jan-Mar (2025): 14– 24.

Submission Timeline

Received: Dec 03, 2024
Revised: Dec 17, 2024
Accepted: Dec 27, 2024
Published Online: Jan 05, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System

Urf as a Source of Sharia: A Special Study of the Prophetic Era

(A Critical Analysis of the Thoughts of Renowned Orientalist Wael Hallaq)

عرف بحیثیت مصدرِ شرع: عہدِ نبوی ﷺ کا خصوصی مطالعہ

(معروف مستشرق وائل حلاق کے افکار کا تنقیدی جائزہ)

☆ عبدالباسط   ☆ سید مجاہد حسین

Abstract

The term *ʿUrf* refers to the customs, traditions, and practices prevalent in a society that are generally recognized and are not contrary to any Sharīʿah principle. The orientalist Wael Hallaq, while considering the formation and evolution of Islamic law as a historical and human process, views the role of *ʿUrf* within the same framework. According to him, the role of *ʿUrf* in the formation of law during the Prophetic era was part of a gradual and evolutionary process, which was later systematized by the jurists. To analyse Hallaq's perspective, it is essential to conduct a scholarly examination of the actual status of *ʿUrf* during the Prophetic era and its legal implications. This study will help determine the Sharīʿah status of *ʿUrf* in that period, its application, and its role in Islamic rulings. It will clarify the extent to which *ʿUrf* was acknowledged as a source of law in the Prophetic era and the instances where it was disregarded. The fundamental question in our critique of Wael Hallaq's thought is whether *ʿUrf* was merely an evolutionary element in Islamic law or whether its status as a legal source was subordinate to divine revelation (*Waḥy*). Answering this question will elucidate that Hallaq perceives Islamic law as a human-constructed system and interprets the role of *ʿUrf* accordingly. However, in reality, Islamic law is divine law, and the acceptance or rejection of *ʿUrf* is also subject to divine revelation. This paper endeavours to clarify that in the Prophetic era, *ʿUrf* functioned as an auxiliary element, entirely subordinate to Sharīʿah rulings. Furthermore, it asserts that the role of *ʿUrf* in the formation of Islamic law was secondary and was considered valid only within the framework of divine revelation's established principles.

Keywords: Prophetic Era (ﷺ), ʿUrf (Custom), Secondary Source, Juristic Evolution, Historical and Human Process.

☆ انسٹرکٹر، شعبہ اسلامیات، ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان / سی ای او مسلم ریسرچ اسکالرز آرگنائزیشن (MRSO)، پاکستان۔
☆ ڈائریکٹر جامعہ خورشید الاسلام، احسان پور / وزٹنگ فیکلٹی ممبر یونیورسٹی آف لیہ، پاکستان۔

تعارف موضوع

فقہ اسلامی کے مصادر دو طرح کے ہیں۔ ایک قسم پرائمری مصادر کہلاتی ہے جبکہ دوسری قسم سیکنڈری یا ثانوی مصادر کے نام سے جانی جاتی ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ قرآن وحدیث واجماع اور قیاس یا اجتہاد کو پرائمری مصادر میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ **استحسان، مصالح مرسلہ، عرف وعادت، قول صحابی، شرع من قبلنا اور سدّ ذرائع** کو ثانوی مصادر میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسلامی قانون کی تشکیل وتفہیم کا یہ نظریہ باقاعدہ طور پر دوسری صدی سے معرض وجود میں آیا جس کے موسس اول امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اور ان کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی ہیں۔ دوسری صدی میں امام شافعی، محمد بن ادریس نے اپنی کتاب "الرسالہ" میں فقہی نظریہ کو باقاعدہ منظم ومرتب صورت میں پیش کیا۔[1] مابعد ادوار کے فقہاء وماہرین نے اس میں قابل قدر اضافے کیے اور اسلامی قانون یعنی شریعت پر بطور "فقہ واصول فقہ "علم وتحقیق کی بنیاد پڑی۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا عہد خلفائے راشدین میں "علوم الفقہ " کی غیر موجودگی اور مابعد ادوار میں بتدریج اور باقاعدہ تدوین بہت سے سوالات جنم دیتی ہے۔ جس سے بعض مغربی علماء (مستشرقین) اسلامی قانون یا شریعت کو بطور انسانی قانون کے پیش کرتے ہیں۔ فقہی زبان میں دیگر مصادر شرع کے ساتھ ساتھ "عرف" ایک ایسا مصدر شرع ہے۔ جو ہمارے نزدیک ثانوی ماخذ سمجھا جاتا ہے جبکہ معاصر مستشرق وائل حلاق عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرع کی تشکیل کے لیے اسے باقاعدہ پرائمری مصدر کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ***The origins and evolution of Islamic law*** کے تعارف میں لکھتے ہیں:

> *'This book, covering more than three centuries of legal history, presents an important account of how Islam developed its own law while drawing on* ***ancient Near Eastern legal cultures, Arabian customary law and Quranic reform****.*[2]"
>
> ہماری ذاتی رائے میں عرف بطور مصدر شرع سے متعلق وائل حلاق کی غلط فہمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ اسلامی قانون اور اس کے مصادر کو تاریخی وتدریجی مراحل کا ایسا مجموعہ ثابت کرتے ہیں جو انسانی فکری ارتقاء کا نتیجہ ہو۔

مسلم نقطہ نظر سے عرف کو بطور مصدر شرع فقہاء نے شامل نہیں کیا بلکہ اس کی حیثیت کا تعین عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکا تھا۔ جس پر قرآن وسنت سے دلائل موجود ہیں، جن کی تفصیل آئندہ بحث میں پیش کی جائے گی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب "عرف" کو بطور مصدر شرع لیا جا رہا تھا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ پرائمری مصدر شرع ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حلاق کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے اور حلاق کے اس نظریے کی بنیاد اسلامی قانون کو انسانی فکری ارتقاء کا نتیجہ سمجھنا ہے۔ بلکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں "عرف" کے قبول ورد کا معیار طے کیا گیا یعنی اسے پرائمری مصادر شرع کی روشنی میں قابل قبول سمجھا گیا۔ وحی کی روشنی میں "عرف" کو قانون سازی کے لیے معتبر مصدر قرار دیا گیا۔ اس مقالہ میں وائل حلاق کی اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم نے عرف کا تعارف اور اس کی شرعی حیثیت واضح کی ہے۔ اس کے بعد وائل حلاق کا موقف پیش کرتے ہوئے دونوں نقطہ ھائے نظر کا تقابلی وتجزیاتی مطالعہ کے اصول پر نتیجہ اخذ کیا ہے۔

1Al-Shāfi'ī, Muḥammad ibn Idrīs, *Al-Risāla*, ed. Aḥmad Muḥammad Shākir (Beirut: Dār al-Turāth, 2nd ed., 1393 AH/1973 CE).

2Hallaq, Wael B., *The Origins and Evolution of Islamic Law* (Cambridge: Cambridge University Press, 1426 AH/2005 CE), 3.,

عرف کی تفہیم

عرف یا معروف کا اطلاق ایسی بات یا چیز پر ہوتا ہے جسے لوگ جانتے پہچانتے ہوں۔ عربی زبان کی مشہور و مستند لغت "لسان العرب" میں ہے:

والعُرْفُ: ضدُّ النُّكْرِ، والعُرْفُ والمعروفُ: واحد، وهو كلُّ ما عَرَفَتْهُ النفسُ من الخير وتبسأته واطمأنت إليه.

"عرف" نکر (نامعلوم یا ناگوار چیز) کی ضد ہے، اور "عرف" اور "معروف" دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور "عرف" وہ ہر چیز ہے جسے نفس بھلائی کے طور پر پہچانے، اس سے خوش ہو اور اس کی طرف مائل و مطمئن ہو۔[3]"

مفتی نظام الدین رضوی عرف کا اصطلاحی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

"ایسا امر جو عام طور پر عوام و خواص کے درمیان اچھا سمجھے جانے کی وجہ سے رائج ہو اور عقول سلیمہ اسے تسلیم کرتی ہوں۔[4]"

عرف کی شرعی حیثیت

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی نصوص میں عرف وعادت کے حجت ہونے کا ذکر ملتا ہے، چند آیات، احادیث اور علماء کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

1۔ آیات قرآنی اوران کی تصریحات

نزول قرآن کے وقت عرب معاشرے میں جو معروف کام فطرت سلیم کے مطابق تھے انہیں شرعی رہنمائی کے لیے بطور اصول قبول کرنے کی تعلیم دی گئی جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی ایت نمبر 233 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر۔[5]

یہاں المعروف کا معنی "حسب دستور" کیا گیا ہے۔ "حسب دستور" کا مطلب یہ ہے کہ اس جیسی عورت کو جتنا نفقہ دینے کا عرف ہے وہ دیا جائے۔ یعنی قرآن نے اس صورت میں "عرف" کو رضاعت کی اجرت طے کرنے کے لیے بطور اصول پیش کیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله تعالى : " بالمَعْرُوفِ" يدلُّ على أنها على مقدار الكفاية مع اعتبار حال الزوج، و قد بين ذلك بقوله عقيب ذلك : "لا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا " فإذا اشتطت المرأة و جلبت من النفقة اكثر من المعتاد المتعارف لمثلها لم تعط، و كذلك اذا قصر الزوج عن مقدار نفقه مثلها في العرف والعادة لم يحل واجبر على نفقه مثلها ،------واعتبار الوسع مبنى على العادة[6]

---

3 Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram, *Lisān al-ʻArab* (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH/1990 CE), 9:238.
4 Niẓām al-Dīn, Muftī, *Fiqh Islāmī ke Saat Bunyādī Uṣūl* (Lahore: Worldview Publishers, Urdu Bazar), 186.
5 *Al-Qur'ān al-Karīm*, *Sūrat al-Baqara*, 2:233.
6 Al-Jaṣṣāṣ, Imām Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī *al-Rāzī, Aḥkām al-Qur'ān, ed. Muḥammad Ṣiddīq al-Manshāwī* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.), 1:490.

اسی طرح تفسیر بیضاوی کے مولف قاضی بیضاوی اس ایت کریمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

(المعروف)ای بالوجه المتعارف المستحسن شرعا ہ یعنی معروف سے مراد "رائج ومتعارف مقدار"جو شرعا مستحسن ہو۔[7]

سورۃ البقرۃ ایت نمبر 236 میں ماقبل رخصتی طلاق دینے کی صورت میں شوہر کو ہدایت کی گئی کہ وہ "عرف" کے مطابق مطلقہ کو کچھ دے، ارشاد فرمایا:

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ[8]

اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز۔

امام جصاص اس ایت کریمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

إن الله تعالى شرط في مقدارها شيئين احدهما : اعتبارها بيسار الرجل و إعساره. والثاني : أن يكون بالمعروف مع ذلك، فوجب اعتبار المعنيين في ذلك واذا كان كذلك و كان المعروف منهما موقوفاً على عادات الناس فيها ، والعادات قد تختلف و تتغير و جب بذلك مراعاة العادات في الأزمان ہ ۔[9]

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے ایسے عرف کو قبول کرنے اور اسے برقرار رکھنے اور مزید مسائل کے حل کے لیے بطور اصول استعمال کرنے کی تعلیم دی ہے جو فطرت سلیم کے مطابق اور ہدایت کی راہ ہو۔ یہاں اس حقیقت کا ادراک بھی ضروری ہے کہ عرف بذات خود کوئی مصدر شرع نہیں تھا قرآن نے اسے خود قبول کر کے اسے آئندہ احکامات کی تشکیل کے لیے بطور اصول لیے جانے کی سند عطا کی۔

2۔ احادیث اور ان کی تشریحات

جس طرح قرآنی آیات سے "عرف" کی شرعی حیثیت واضح ہوتی ہے اسی طرح احادیث میں بھی اس کی واضح تعلیمات موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

عن عائشة أن هندا بنت عتبة قالت: يا رسول الله، ان ابا سفيان رجل شحيح و ليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما اخذت منه و هو لا يعلم، فقال : خذى ما يكفيك وَوَلَدِكِ بالمعروف ہ۔[10]

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

في رواية شعيب عن الزهري التي تقدمت في المظالم لا حرج عليك أن تُطْعِمِيهِمْ بالمعروف قال القرطبي: قولة: "خُذى" امر إباحة بدليل قوله لاحرج" والمراد بالمعروف القدر الذى عُرف بالعادة أنه الكفايةہ۔[11]

7Bayḍāwī, Qāḍī Nāṣir al-Dīn ʻAbd Allāh ibn ʻUmar, Anwār *al-Tanzīl wa Asrār al-Ta'wīl* (Tafsīr Bayḍāwī) (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.), 1:232.
8 Al-*Qur'ān al-Karīm, Sūrat al-Baqara*, 2:236.
9 Al-Jaṣṣāṣ, Imām Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī al-Rāzī, *Aḥkām al-Qur'ān,* 1:491.
10 *Al-Bukhārī, Imām Muḥammad ibn Ismāʻīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, ed. Dr. Muṣṭafā al-Bughā (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1407 AH/1987 CE), Kitāb al-Nafaqāt, ḥadīth no. 5359.
11Al-ʻAsqalānī, Imām Ibn Ḥajar, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, ed. Muḥammad Fu'ād ʻAbd al-Bāqī (Beirut: Dār al-Maʻrifa, 1379 AH/1960 CE), 9:443, ḥadīth no. 5359.

نیز اسی میں ہے:

وفيه اعتماد العرف في الأمور الشرع، وقال القرطبي فيه التي لا تحديد فيها من قبل اعتبار العرف في الشرعيات[12]

بخاری شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فهل على حرج أن أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عيالنا ؟ قال : لا إلَّا بالمعروف .[13]

بدرالدین عینی مذکورہ روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله: (لا، إلا بالمعروف) أي قال النبي عليه السلام: لا تطعمى إلا بالمعروف. وقيل: معناه لا حرج عليك، ولا تنفقى إلا بالمعروف. وهو الذى يتعارفة الناس في النفقة على أولادهم من غير إسراف . ـ[14]

امام شہاب الدین قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی المعروف کی تشریح عرف وعادت سے ہی کی ہے، الفاظ یہ ہیں:

(فللمرأة أن تاخذ)من ماله (بغير علمه ما يكفيها و)يكفى(ولدها بالمعروف)في العادة بين الناس ه[15]

مذکورہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرع میں "عرف" کو شرعی مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ خاص طور پر معاشی اور سماجی معاملات میں ایسے معاشرتی امور جو فطرت سلیم کے مطابق بطور عرف کسی معاشرے میں رائج ہوں تو شرع ان کی بنیاد پر حکم لگانے کی تعلیم دیتی ہے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالیں

دراصل اسلام میں "عرف" کے قبول ورد کا مدار فطری اصول پر ہے یعنی جو چیز درست ہو اسے بنیاد بنا کر حکم لگانا فطرت کا تقاضا ہے۔ اور جو چیز فطرت سلیم کے خلاف ہو اسے رد کرنا یا تبدیل کر دینا۔ اس کی چند مثالیں مفتی نظام الدین رضوی صاحب نے اپنی کتاب **"فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول"** میں پیش کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت متعدد امور میں لوگوں کے درمیان کچھ عرف و تعامل پائے جاتے تھے جن میں سے کچھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا اور کچھ سے ممانعت فرمادی. جو تعامل ظلم یا حق تلفی یا تذلیل انسانیت جیسے قبائح پر مبنی تھا اس سے باز رہنے کا حکم صادر فرمایا جیسے سود خوری جوے بازی بیوع جاہلیت شراب نوشی وغیرہ اور جو تعامل اس طرح کے قبائح سے پاک منصفانہ اصول پر قائم تھا تو اسے باقی رکھا جیسے عقد مضاربت عقد سلم عقد استصناع وغیرہ۔"[16]

مفتی صاحب کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ شرع ہر صورت میں عرف کی تبدیلی کی خواہاں نہیں ہے بلکہ اسی صورت میں عرف کو رد کرنے یا اسے تبدیل کرنے کا حکم دیتی ہے جب وہ ہدایت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہو اگر عرف مقاصد الشریعہ کی تکمیل کرتا ہے اور انصاف کے اصولوں پر مبنی ہے اور فطرت سلیم کے عین مطابق ہے تو اسے برقرار رکھ کر آنیوالے مسائل کے لیے بطور اصول بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی اسلام کا مدعا ہے۔

---

12 Al-ʻAsqalānī, Imām Ibn Ḥajar, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 9:444, ḥadīth no. 5359.
13 Al-Bukhārī, Imām Muḥammad ibn Ismāʻīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Nafaqāt,* ḥadīth no. 5361.
14 Al-ʻAynī, Imām Badr al-Dīn, *ʻUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Iḥyāʼ al-Turāth al-ʻArabī, 1407 AH/1987 CE), 9:240, ḥadīth no. 5361.
15 Al-Qasṭallānī, Imām Shihāb al-Dīn al-Shāfiʻī, *Irshād al-Sārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Iḥyāʼ al-Turāth al-ʻArabī, 1407 AH/1987 CE), 9:473, ḥadīth no. 5359.
16 Niẓām al-Dīn, Muftī, *Fiqh Islāmī ke Saat Bunyādī Uṣūl*, 214.

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصادر قانون (وائل حلاق کا نقطہ نظر)

اسلامی قانون کے مصادر سے متعلق وائل حلاق کے نقطہ نظر کو ہم تین ارتقائی مراحل میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ پہلا مرحلہ وہ ہے جسے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصادر قانون میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کے مطابق اسلامی قانون کی تشکیل تین مصادر سے ہوئی۔

حلاق کے الفاظ ما قبل بیان ہو چکے ہیں، یعنی:

* Pre-Islamic Arabian Traditions (Customs), in short, it can be called Arabian Customary law.
* Social, Cultural, and Political Variations (it can be called Near Eastern Legal cultures)

  While the third source of Islamic law was added by Prophet Mohammed SAW, Hallaq renamed it as follows:
* The Quranic Reforms.

دوسرا حصہ اسلامی قانون کے اس نظریہ سے متعلق ہے جو محدثین نے مرتب کیا اور تیسرا اسلامی قانون کا وہ نظریہ ہے جسے فقہاء نے پیش کیا وائل حلاق نے پہلے حصے کی تفصیل اپنی کتاب **The Origins and Evolution of Islamic Law** میں بیان کی ہے۔ جبکہ بقیہ دونوں حصوں کی تفصیل **The History of Islamic Legal Theories** میں بیان کی ہے[17]۔ ہم یہاں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی پہلے ارتقائی مرحلے) کے مصادر قانون سے متعلق وائل حلاق کا نقطہ نظر بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ مذکورہ بالا پہلے دونوں حصوں سے متعلق فقہی تناظر میں **"عرف"** کی اصطلاح استعمال کی جاسکتی ہے۔ وائل حلاق عرب روایات کو بنیاد سمجھتے ہوئے اس میں قرآنی اضافہ کو اسلامی قانون کا مصدر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> *''Many new rules were added in pre-Islamic Arabian traditions by The Quranic reforms within practice and dealings.''*[18]

یعنی اصل عرب روایات ہی ہیں۔ اسلامی قانون ان روایات میں قرآنی اصلاحات سے معرض وجود میں آیا۔ دوسرے معنیٰ میں "عرف" اصل مصدر ہے۔ قرآن نے محض اصلاحات کا کردار ادا کیا۔ اور کچھ چیزیں (روایات) وہ تھیں جنہیں اسلامی قانون نے بغیر کسی تبدیلی کے قبول کر لیا۔ اس کی مثالوں میں وائل حلاق بیوع کی اقسام، قانون قسامہ، عبادات کے اطوار، زکوۃ کا بنیادی تصور، مال غنیمت کا نظریہ، بعض عائلی احکام وغیرہ کو پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر معاشروں کی تہذیب وروایات نے بھی اسلامی قانون کی تشکیل میں مکمل کردار ادا کیا۔ وہ جوائن بال کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> *''(Location of territory) helped to complete the assimilation of the conquering peoples, begun in Arabia, into general Middle Eastern society''.*[19]

---

17 Hallaq, Wael B., *History of Islamic Legal Theories*: An Introduction to Sunni Usul al-Fiqh (Cambridge: Cambridge University Press, 1430 AH/2009 CE).
18 Hallaq, Wael B., *The Origins and Evolution of Islamic Law*, 18.
19 Hallaq, *Origins*, 8.

وائل حلاق مذکورہ بالا بحث سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

> *'' It was these societies and cultures that provided the larger context in which Islam, as a legal phenomenon, was to grow''.*[20]

اسی طرح عرف کی شرعی حیثیت کے اثبات کے لیے جو مثالیں ہم ماقبل پیش کر چکے ہیں۔ وائل حلاق بھی ان مثالوں کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ بعض کو من وعن لیے جانے کا تصور دیتے ہیں جبکہ بعض کو قرآنی اصلاحات کے تناظر میں ترمیم شدہ انداز میں پیش کرتے ہیں جبکہ بعض کے متعلق ابہامی احکام ہونے کا نظریہ پیش کرتے ہیں جیسے حد شراب، وائل حلاق کے الفاظ ملاحظہ کریں:

"A large portion of pre-Islamic Arabian laws and customs remained applicable and survived in somewhat modified forms into the legal culture that was being constructed. But, the new Quranic laws created juristic problems that rendered many of the old customary laws irrelevant. i.e., the problem of drinking wine and its prohibition.''[21]

مذکورہ بالا جس پیچیدگی کا ذکر حلاق نے کیا اسے رفع کرنے کے لیے اصحاب علیہم الرضوان کی طرف ناسخ ومنسوخ کا تصور اخذ کرنے کا الزام دیتے ہیں جبکہ ناسخ ومنسوخ کا بنیادی تصور قرآن نے خود پیش کیا اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد بھی ماقبل کتب سماویہ کے بالمقابل اسی تصور نسخ پر ہے لیکن حلاق اس تصور کی توجیح انسانی ارتقائی تاریخی عمل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ وائل حلاق لکھتے ہیں:

> *''As noted, the activity of collecting the Quran had a primary legal significance, for it defined the subject matter of the text and thus gave the legal specialists a textus receptus upon which to draw. Of immediate concern to these men were certain passages that bore on the same issues but that seemed mutually contradictory. Their attempts to harmonize such the Quranic texts marked the rudimentary beginnings of the theory of abrogation (naskh), a theory that later stood at the center of legal hermeneutics. The primary concern was with neither theology nor dogma, but rather with the actions through which Muslims could realize obedience to their God, in adherence to the Quranic command. Thus it was felt necessary to determine the Quranic stand on particular issues. When more than one the Quranic decree was pertinent to a single matter, such a determination was no easy task. To solve such difficulties, it was essential to determine the chronological order in which different verses had been revealed. Generally speaking, the provisions of later verses were thought to supersede those of earlier, contradictory ones. Although the Prophet's Companions and their younger contemporaries were reportedly involved in initiating such discussions, Muslim sources make relatively few*

---

20 Hallaq, *Origins,* 8.

21 Hallaq, Wael B.,Sharia: *Theory, Practice*, Transformations (Cambridge: Cambridge University Press, 1430 AH/2009 CE), 36.

references to their contributions to this textual activity. It was the generation that flourished roughly between 80 and 120 (ca. 700–35 AD) that was most closely associated with discussions on abrogation and with controversies about the status of particular verses.[22]

عجب تضاد ان کے ہاں نظر آتا ہے جب قرآن کو بذات خود دیگر ادیان کے لیے پیغام اصلاح کے طور پر پیش کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''Theologically, the Quranic Islam arrived, first, as a corrective and, second, as the final form of Judaism and Christianity, the form they should have taken, but did not save it.[23]

حیران کن امر یہ ہے کہ وہ قرآن کو بذات خود بھی عرب روایات، دیگر سماوی ادیان اور ثقافتی تغیرات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

''Message of Islam, i.e., the Quran is a collection of teachings of Past religions, Arab customs, and cultural diversions."[24]

عبادات کے نظام، معاشرتی اقدار، معاشی اقدار اور جنگی قوانین کے سلسلہ میں اسلام نے محض اصلاحات پر اکتفا کیا وائل حلاق کے موقف کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

Ritual practices like prayers, Social Practices (Dowry, Marriage and divorce system, etc), Commercial Practices (Alms tax, business, palms tree business, etc), and Warfare Practices (booty, etc) are the major discussions of Hallaq, explaining prophetic policies about the Quranic reforms.[25]

قرآنی اصلاحات اور عرب روایات سے قانون اسلامی کی تشکیل میں وائل حلاق کے نقطہ نظر پانچ اصطلاحات سے سمجھا جا سکتا ہے[26]، جو حسب ذیل ہیں:

* *Innovations*
* *Adaptations*
* *Additions*
* *Reformations*
* *Rejections*

22 Hallaq, *Origins,* 66–67.
23 Hallaq, *Origins,* 22.
24Hallaq, *Origins,* 31.
25 Hallaq, *Origins and Evolution of Islamic Law*, 23–25.
26 Hallaq, *Origins and Evolution of Islamic Law*, 19–20.

وائل حلاق کے موقف کو مثالوں کی مدد سے درج ذیل گراف سے سمجھا جاسکتا ہے:

Graph: 1

Pre-Islamic to Primitive Period of Islamic law (Hallaq's understanding)

Sr.No	Topic/Tradition	Policy Used by Prophet (PBUH)	Period	Sources
1.	Qasama	Adaptation	Prophetic	Arab Tradition
a.	Palm Trees	Adaptation	Prophetic	Arab Tradition
2.	Blood Money/Booty	Reformation	Prophetic	The Quranic Reforms
3.	Fairs	Rejection	Prophetic	Near Eastern Legal cultures
4.	Ritual Practices(Prayers)	Addition and Reformation	Prophetic	The Quranic Reforms
5.	Social and commercial Practices (dowry, marriage and divorce system, alms tax, business, booty, etc)	Innovations Adaptations Additions Reformations Rejections	Prophetic	1. Arabian Customary law 2. Near Eastern Legal cultures 3. The Quranic Reforms

اسلامی نقطہ نظر اور وائل حلاق کے نقطہ نظر کا تقابل و تجزیہ

اسلامی نقطہ نظر کے پیش نظر کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ عرب معاشرہ کی بعض وہ اقدار جو ملت حنیف کے مطابق تھیں یا وہ معروف روایات جو فطرت سلیم کے مطابق تھیں انہیں بھی اسلام نے تبدیل کیا اور قرآن نے ان کی تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ تبدیلی، اصلاح، تائید، یا تردید ہمیشہ اس روایت یا قانون اور نظریے کا کیا جاتا ہے جو باطل ہو۔ فطرت سلیم کے خلاف ہو اور انسانی معاشرے کی گمراہی کا سبب ہو۔ اس لیے اسلام نے بھی اسی اصول کو مد نظر رکھا۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ روایات جو فطرت سلیم کے مطابق تھیں ان میں اصلاح یا تردید کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے انہیں برقرار رکھا گیا اور جو قابل اصلاح تھیں ان میں اصلاح کی گئی اور جو قابل تردید تھیں انہیں سرے سے رد کر دیا گیا اور یہی اصول آج کے عرف اور معروف روایات کے بارے میں بھی اختیار کیا جائے گا۔ وائل حلاق اپنی غلط فہمیوں کی بناء پر عرف کو بطور پرائمری مصدر شرع پیش کرتے ہیں۔ اور اسلامی قانون کو انسانی قانون سمجھتے ہیں۔

خلاصہ کلام

احکامات خداوندی کے نزول میں پایا جانیوالا ارتقاء و تدریج وائل حلاق کی غلط فہمی کا سبب ہے زمانہ نزول وحی میں تشکیل پانیوالا قانون حقیقتا صرف ایک ہی مصدر وحی (یعنی قرآن وسنت) کی بنیاد پر مرتب ہوا۔ اس وحی (یعنی قرآن وسنت) نے تشکیل قانون کے لیے تاریخی و تدریجی طور پر ارتقائی انداز میں ایک واضح منہج و اسلوب اختیار کیا اور بطور مصادر شرع نمایاں اصول پیش کیے۔ مابعد عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عملی زندگی کے لیے انہی رہنما اصولوں کی بنیاد پر فقہاء نے ریلیٹو بنیادوں پر (بائی لیٹرل) قانونی نظریات تشکیل دیئے جو ایک اعتبار سے مبنی بر وحی ہونے کی وجہ سے یا وحی سے استنباط کے اصول پر مبنی ہونے کی وجہ سے یقینی ٹھہرے اور دوسری طرف عمل تدوین کے سلسلہ میں فقہاء کی ذاتی کاوش کی بناء پر مستنبط ہونے کی وجہ سے امکانی و انسانی قرار پائے مذکورہ بالا مباحث میں یہ بات کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ عرف کے بطور

مصدر شرع لیے جانے کی بنیاد بھی اسی قانونی نظریہ پر ہے کہ اسے وحی نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور حجت قبول کیا اور اسی بنیاد پر فقہاء نے اپنے قانونی نظریات میں بطور مصدر شرع پیش کیا مستشرق وائل حلاق اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہے اور عرف کو پرائمری یعنی بنیادی ماخذ سمجھ لیا اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اسلامی قانون کے تدریجی تصور کو تاریخی وانسانی متغیر ارتقائی عمل سے تعبیر کیا۔ وائل حلاق کی اس فکر کے نتیجہ میں نئی استشراقی فکر قدیم اسلامی قانون کو تاریخی وتدریجی ارتقائی انسانی عمل کا نتیجہ قرار دے کر موئثر مگر متاثر (قدیم وجدید) اسلامی قانون سمجھنے لگی ہے۔ یہ غلط فہمی اسلامی قانون کی حقیقت کو سمجھنے میں رکاوٹ کا بہت بڑا سبب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-ʻAsqalānī, Imām Ibn Ḥajar. *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Edited by Muḥammad Fu'ād ʻAbd al-Bāqī. Beirut: Dār al-Maʻrifa, 1960.
* Al-ʻAynī, Imām Badr al-Dīn. *ʻUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, 1987.
* Al-Bukhārī, Imām Muḥammad ibn Ismāʻīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Edited by Dr. Muṣṭafā al-Bughā. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1987.
* Al-Jaṣṣāṣ, Imām Abū Bakr Aḥmad ibn ʻAlī al-Rāzī. *Aḥkām al-Qur'ān*. Edited by Muḥammad Ṣiddīq al-Manshāwī. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.
* Al-Qasṭallānī, Imām Shihāb al-Dīn al-Shāfiʻī. *Irshād al-Sārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, 1987.
* Al-Shāfiʻī, Muḥammad ibn Idrīs. *Al-Risāla*. Edited by Aḥmad Muḥammad Shākir. 2nd ed. Beirut: Dār al-Turāth, 1973.
* Bayḍāwī, Qāḍī Nāṣir al-Dīn ʻAbd Allāh ibn ʻUmar. *Anwār al-Tanzīl wa Asrār al-Ta'wīl (Tafsīr Bayḍāwī)*. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, n.d.
* Hallaq, Wael B. *A History of Islamic Legal Theories: An Introduction to Sunni Usul al-Fiqh*. Cambridge: Cambridge University Press, 2009.
* Hallaq, Wael B. *Sharia: Theory, Practice, Transformations*. Cambridge: Cambridge University Press, 2009.
* Hallaq, Wael B. *The Origins and Evolution of Islamic Law*. Cambridge: Cambridge University Press, 2005.
* Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram. *Lisān al-ʻArab*. Beirut: Dār Ṣādir, 1990.
* Niẓām al-Dīn, Muftī. *Fiqh Islāmī ke Saat Bunyādī Uṣūl*. Lahore: Worldview Publishers, Urdu Bazar, n.d.